Fikr-o-Nasar (Islamabad) 33:2 (1995)

کتاب	:	کلمات الصادقین (دہلی میں مدفون بزرگان دین کا تذکرہ)
مصنف	:	محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی
مترجم	:	لطیف اللہ
ناشر	:	ادارہ نشر المعارف ' شیرستان بلڈنگ ' مولانا دین محمد وفائی روڈ ' کراچی
قیمت	:	دو سو روپے
تاریخ اشاعت	:	اگست ۱۹۹۵ء ' ۳۶۴ صفحات
تبصرہ نگار	:	عارف نوشاہی☆

مسلمان تذکرہ نویسوں نے تذکرہ نویسی میں جو نت نئی طرحیں ڈالی ہیں ان میں کسی ایک مقام یا شہر میں موجود یا مدفون لوگوں کے تذکرے اور ترجمے بھی شامل ہیں۔ البتہ یہ تذکرے زیادہ تر انہی معروف مقامات سے متعلق ہیں جنہیں اپنے اپنے وقت میں کسی نہ کسی اعتبار سے سیاسی یا تہذیبی و علمی مرکزیت حاصل رہی ہے اسلامی ادب سے ایسے تذکروں کی ایک طویل فہرست پیش کی جا سکتی ہے۔ مزارات کے صرف فارسی تذکروں ہی کو لیجئے تو کئی نام ذہن میں آتے ہیں۔ مثلاً عیسی بن جنید شیرازی کا تذکرہ ہزار مزار جو شیراز کے مزارات کے عربی تذکرے شد الازار فی حط الاوزار مولفہ معین (نجم) الدین ابو القاسم محمود شیرازی کا ترجمہ ہے' احمد بن محمود المدعو بہ معین الفقراء کی تاریخ ملازادہ جو بخارا میں مدفون بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ سمرقند کے مزارات پر دو تذکرے موجود ہیں یعنی ابو طاہر خواجہ سمرقندی کا سمریہ اور محمد بن عبدالجلیل سمرقندی کا قندیہ۔ ہرات کے بزرگوں کے مزاروں کا تذکرہ اصیل الدین واعظ ہروی نے مقصد الاقبال سلطانیہ کے نام سے لکھا جس کے دو تکملے عبداللہ بن ابو سعید ہروی اور محمد صدیق ہروی نے تحریر کیے۔ محمد ابراہیم خلیل نے مزارات کابل کے نام سے کتاب تصنیف کی ہے۔ یہ سب عالم اسلام کے ممتاز شہروں کے تذکرے ہیں۔ ان کے مقابلے میں اگر ہم برصغیر کے شہر پیش کرنا چاہیں تو یہ لاہور اور دہلی کے سوا کوئی اور نہیں ہیں۔ اس وقت ہمیں صرف دہلی کا تذکرہ مقصود ہے جس کے بارے

☆ عارف نوشاہی ' ہمک ٹاؤن ' اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

میں ہمارے مصنف کا کہنا ہے کہ اس کی عظمت و حرمت کا یہ عالم ہے کہ اولیاء اللہ جب خدا سے رحمت طلب کرتے تو اسے دہلی کے عامیوں کی خاک پا کی حرمت کا واسطہ دیتے اور اہل معرفت و دانش حرمین شریفین کے بعد حضرت دہلی سے بڑھ کر کسی مقام کو متبرک نہ سمجھتے اور عوام اسے چھوٹا مکہ کہہ کر پکارتے بلکہ برکت و سعادت کے باعث پورا شہر ہی مسجد کا حکم رکھتا (کلمات الصادقین، فارسی متن، صفحہ ۴)۔ دہلی کو خدا کے سینکڑوں ہزاروں بندوں کا مسکن و مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ زیر بحث کتاب کلمات الصادقین ایسے ایک سو اکیس (۱۲۱) اخیار و ابرار کا تذکرہ جمیل ہے جو دہلی میں مدفون ہیں۔ ضمنی طور پر اس کتاب میں ان سلاطین اسلام کا ذکر بھی آ گیا ہے جنہوں نے دہلی میں حکومت کی تھی۔ یہ کتاب ۱۰۲۳ھ میں فارسی میں لکھی گئی گویا یہ اس سال تک دہلی میں دفن ہونے والے بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا مصنف اپنے عہد میں دہلی کی دو نامور شخصیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور خواجہ محمد باقی نقشبندی سے فیض یافتہ ہے۔ اس کی دوسری اہم تصنیف طبقات شاہجہانی ہے جس میں مختلف ادوار کے رجال کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب ہنوز غیر مطبوعہ ہے اور اس کا صرف طبقہ تاسعہ و طبقہ عاشرہ بہ اہتمام ڈاکٹر اسلم خان دہلی سے چھپا ہے۔ کلمات الصادقین کا فارسی متن ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر محمد سلیم اختر کی تصحیح و تہذیب اور مفصل انگریزی مقدمے اور تعلیقات کے ساتھ اسلام آباد / لاہور سے شائع ہوا تھا اور حال ہی میں دہلی سے اسی کا عکس چھپا ہے۔ زیر تبصرہ ترجمہ کلمات الصادقین کے پاکستانی ایڈیشن پر مبنی ہے۔

کتاب کے مترجم لطیف اللہ کتب تصوف کی تالیف و ترجمہ میں خاص ممارست رکھتے ہیں اور ان کے اہتمام سے شائع ہونے والی تصانیف "تصوف اور سریت" اور "انفاس امدادیہ" اور فارسی متون کے اردو تراجم "غایتہ الامکان فی درایتہ المکان" اور "ملفوظات شاہ مینا لکھنوی" سنجیدہ اور متین علمی معیار کے مطابق ہیں۔ اور اب کلمات الصادقین کا اردو ترجمہ بھی ان کے اسی معیار کا تسلسل ہے۔ اس کتاب میں بھی مترجم کی کوشش یہ رہی ہے کہ ترجمے کی عبارت رواں، سلیس اور عام فہم رہے۔ مثلاً یہ ٹکڑا ملاحظہ فرمائیے:

"ایک دفعہ میں حضرت نظام الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ چارپائی پر قبلہ رو بیٹھے ہیں اور آسمان کو تک رہے ہیں۔ مجھے بڑا ڈر لگا کہ میں کہاں پھنس گیا۔

نہ واپسی کی طاقت، نہ وہاں کھڑے رہنے کا حوصلہ۔ جیسے تیسے ٹھٹکا ہوا کھڑا رہا۔ حضرت کا کوئی خادم بھی وہاں نہ تھا۔ کچھ دیر بعد آپ نے جھرجھری لی اور اپنے آپ میں آئے۔ اپنی آنکھوں کو دست مبارک سے ملا اور فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا عزیز الدین حاضر خدمت ہے۔ آپ نے بڑی شفقت فرمائی اور مجھے سامنے بلایا" (صفحہ ۹۸، مطابق با صفحہ ۷۲ متن فارسی)۔

مترجم نے کتاب کے مرتب (محمد سلیم اختر) کے فاضلانہ انگریزی مقدمے کا ملخص اور تعلیقات کا پورا ترجمہ بھی شامل اشاعت کرکے اس ترجمے کی افادیت اور متانت میں اضافہ کردیا ہے۔ مترجم نے یہ روش بھی اچھی اختیار کی ہے کہ فارسی اشعار کے سلسلے میں ان کا متن بھی برقرار رکھا ہے۔ ورنہ نثری عبارتوں کے ساتھ اشعار کے محض ترجمے سے مضمون کا لطف جاتا رہتا ہے۔ چونکہ کلمات الصادقین میں مشائخ کے کلمات وملفوظات بکثرت درج ہوئے ہیں جنکا تعلق انکے خاص احوال ومقامات سے ہوتا ہے لہٰذا ان کے مفاہیم ومعاریف کے ترجمے کیلئے محض زبان دان ہونا کافی نہیں ہوتا بلکہ ان احوال ومقامات کی چاشنی سے کچھ نہ کچھ بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ تبصرہ نگار ذاتی طور پر جانتا ہے کہ ہمارے فاضل مترجم کا عرفان وتصوف سے تعلق محض علمی نہیں بلکہ عملی بھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کلمات الصادقین میں درج صوفیانہ اصطلاحات کے ترجمے سے بخوبی عہدہ برآ ہوئے ہیں بلکہ انہیں عام فہم بنانے کیلئے یا تو توضیحی ترجمہ کیا ہے یا حاشیے میں مزید تشریح کر دی ہے۔ مثلاً شیخ فریدالدین ناگوری کے حالات میں فارسی کے جملے "در تجرید و تفرید قدمی راسخ [داشت]" (فارسی متن، ص ۵۴) کا اردو ترجمہ "اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے بے تعلق ہو چکے تھے اور اپنے آپ کو اتنا فنا کرچکے تھے کہ اپنے فنا ہونے کا احساس بھی باقی نہ رہا تھا" (اردو ترجمہ، ص ۷۹) یعنی یہ صوفیانہ اصطلاح "تجرید و تفرید" کا ترجمہ ہے یا معروف قرآنی اصطلاح "امرونہی" کا فارسی متن (ص ۱۵۱) میں یوں استعمال ہوا ہے "حق سبحانہ فردای قیامت بندگان را از امرونہی خواہد پرسید"، اس کا ترجمہ یوں ہوا ہے "حق سبحانہ قیامت کے دن بندوں سے ان باتوں کے بارے میں سوال کرے گا جن کا اس نے حکم دیا ہے اور جن سے اس نے منع فرمایا ہے"۔ (ص ۱۸۸) فاضل مترجم نے ترجمے کے دوران کتاب کے مصنف اور مرتب کی بعض فروگذاشتوں پر بھی نظر رکھی ہے اور حاشیے میں ان کی اصلاح کردی ہے یا اپنا اختلافی نقطۂ نظر پیش کر دیا ہے (ملاحظہ ہوں صفحات ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۲۸، ۱۷۰، ۱۸۸، ۲۲۷، ۲۵۸)

فن ترجمہ جتنا آسان نظر آتا ہے اتنا ہے نہیں ۔ گو اس کی آسانی یا دشواری کا تعلق موضوع کی نوعیت سے بھی ہے مگر ایسی کتابیں جن کا تعلق حالات و واقعات سے ہوتا ہے ان کا ترجمہ کرتے وقت اس لیے بھی احتیاط لازم ہے کہ معمولی لاپروائی بھی بات کو کچھ سے کچھ بنا سکتی ہے اور جب کہ برصغیر کا بیشتر دینی ' تاریخی ' علمی اور ادبی سرمایہ فارسی زبان میں ہے اور بدقسمتی سے یہاں اس زبان کا چلن ختم ہو رہا ہے اور موجودہ دور کے اکثر مورخین اور محققین اس سرمائے کے تراجم پر انحصار کرتے ہیں تو مترجمین کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے ۔ جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں کلمات الصادقین برصغیر کے مشاہیر صوفیا و علما کا اہم تذکرہ ہے ۔ خاص طور پر گیارہویں صدی ہجری کے بعض دہلوی مشائخ کے بارے میں اس کتاب کی معاصرانہ شہادتیں بہت وقیع ہیں اور مترجم نے دیانت اور دقت نظر کے ساتھ مفاہیم کو فارسی سے اردو میں منتقل کر دیا ہے ' پھر بھی ہم سمجھتے ہیں کہ بعض مقامات پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہم صفحہ بہ صفحہ ان کی نشان دہی کریں گے ۔

فارسی متن	اردو ترجمہ
لاری الاصل (ص ۴۹)	لاری قبیلہ (ص ۷۴)

مصنف کا منشا یہ تھا کہ صاحب تذکرہ کا اصل وطن لار تھا ۔ یہاں لار بمعنی مقام استعمال ہوا ہے ' جیسا کہ فارسی متن کے مرتب نے بھی اپنے فہرست اماکن میں جگہ دی ہے (ص ۲۷۸)

من بفرمودہ پر خود آمدہ ام (ص ۴۹)

میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آیا ہوں ' اپنے شیخ کے حکم سے آیا ہوں (ص ۷۴)

"میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آیا ہوں" مترجم کا اضافہ ہے اور اس کے بغیر بھی مفہوم واضح ہے ۔

سلطان قطب الدین کہ پادشاہی غیور بود (ص ۵۱)

سلطان قطب الدین جو بہت ہی متکبر بادشاہ تھا (ص ۷۵)

"غیور" کا متبادل یا مصداق کہیں بھی ہماری فرہنگوں میں "متکبر" نہیں آیا بلکہ "غیرت مند" لکھا ہے

اور یہی اس کا بدیہی مفہوم ہے۔

چندی از فتوحات پی در پی بظہور رسید (ص ۵۱)

تھوڑی بہت فتوحات بھی حاصل ہوئیں (ص ۷۶)

ہمارے خیال میں ترجمہ یوں ہونا چاہیے "پے در پے چند فتوحات حاصل ہوئیں"۔ مصنف نے لفظ "پی در پی" استعمال کر کے فتوحات کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب کہ مترجم کے الفاظ "تھوڑی بہت" سے یہ اہمیت گھٹ جاتی ہے۔

یکی از علامات بزرگی وی محبت و مودت شیخ جمال الدین ہانسوی است نسبت بوی (ص ۵۳)

آپ کی بزرگی کی ایک دلیل وہ محبت اوز اخلاص ہے جو آپ کے اور شیخ جمال الدین ہانسوی کے مابین تھا (ص ۷۸)

مصنف کا منشا صاحب تذکرہ (شیخ ابو بکر طوسی) کی بزرگی بیان کرنا ہے جس کی دلیل اس نے یہ پیش کی ہے کہ شیخ جمال الدین ہانسوی ایسے بزرگ کو بھی ان سے محبت اور اخلاص تھا۔ مترجم کے لفظ "مابین" سے یہ معاملہ دو طرفہ ہو کر دلیل کے وزن کو کھو دیتا ہے۔

برطبق تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی تمہیداتی نوشتہ (ص ۹۸)

مترجم نے اس عبارت کا بہ مطابق اصل ہی ترجمہ کیا ہے۔ راقم السطور یہاں تھوڑی سی یہ وضاحت کرنا چاہے گا کہ مسعود بک نے تمہیدات کی طرز پر جو کتاب تصنیف کی ہے اس کا نام ام الصحایف فی عین المعارف ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ ہم نے قومی عجائب گھر کراچی میں دیکھا ہے۔

ترجمہ کے صفحہ ۱۸۵ پر مترجم نے "شہری و گلی" کے سلسلے میں جس ابہام کا ذکر کیا ہے اور شہری کو شہدی پڑھنے کے لیے کہا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ متن میں مصرع بالکل واضح ہے اور ضرب المثل "شہری و گلی" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیسا کہ مولانا جامی کا شعر ہے:

گل شہر دو جہانست بلی   ہست شہری و گلی زو مثلی

دیکھیے: امثال و حکم از علی اکبر دھخدا، تہران، جلد ۲، ص ۱۰۴۱

پیش محدثان عالی اسناد تصحیح کتب احادیث نمودند (ص ۱۴۹)

عالی مرتبہ محدثین سے حدیث کی کتابیں پڑھیں (ص ۱۸۶)

ہمارے خیال میں اس جملے کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے : "اعلی اسناد رکھنے والے محدثین کے سامنے حدیث کی کتابوں کی تصحیح کی"۔ حدیث کی کتابیں پڑھنا ایک عمومی فعل ہے لیکن صاحب ترجمہ نے خاص توجہ تصحیح پر دی۔

نسبتی کہ از حضرت خواجہ بہ ما رسیدہ بانسبتہای دیگر کہ از اکابر یافتہ ایم نسبت روح بہ جسد دارد (ص ۱۴۹)

وہ نسبت جو مجھے حضرت خواجہ سے حاصل ہوئی اس میں اور دوسری نسبتوں میں جو اکابر سے مجھے حاصل ہوئیں وہی فرق ہے جو روح اور جسم میں ہوتا ہے (ص ۱۸۶)

ہمارے خیال میں اگر اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا جاتا تو اصل سے قریب تر ہوتا : جو نسبت حضرت خواجہ سے ہمیں حاصل ہوئی ' دیگر اکابر سے حاصل ہونے والی نسبتوں میں ایسی ہے جیسے روح کی جسم سے نسبت۔ یعنی مصنف کا مقصود روح کا جسم سے تعلق ظاہر کرنا ہے نہ کہ دونوں کے درمیان کوئی تقابل۔

مذکورہ بالا فارسی عبارت کے بعد ص ۱۴۹ سے سطر ۱۷ تا سطر ۱۹ ترجمہ نہیں ہوا۔ اور ترجمہ کے ص ۱۸۶ سطر ۱۷ کی عبارت بے ربط ہو گئی ہے۔

چاشنی خلوت و حلاوت وحدت بر مذاق ایشان شیرین آمدہ (ص ۱۴۹)

خلوت میں رہتے ہیں ۔ توحید کا ذوق آپ کی طبیعت میں رچ بس گیا ہے (ص ۱۸۶)

ہمارے خیال میں یہاں مصنف نے "وحدت" کا لفظ تنہائی اور اکیلے پن کے طور پر استعمال کیا ہے یعنی خلوت اور تنہائی کی چاشنی آپ کے مذاق کو پسند آگئی ہے۔

فارسی متن کے صفحہ ۱۵۰ سطر ۶ ۔ ۷ "از بعضی مصنفات ۰۰۰ وہ کلمہ" کا ترجمہ قلم انداز ہو گیا ہے۔

عبودیت خاصہ مخصوص ذات شریف اوست (ص ۱۵۰)

عبودیت خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ مخصوص ہے (ص ۱۸۷)

ہمارے خیال میں یہاں "ذات شریف او" سے مراد خدا کی ذات ہے جیسا کہ بعد کے جملات سے بھی تائید ہوتی ہے۔

روح عمل نیت است کہ شخص عمل بی آن کالبد بی جان را ماند (ص ۱۵۰)

عمل کی روح نیت ہے ۔ بے وقت عمل کا اظہار ایسا ہی ہے جیسے ایک جسم میں جان نہ ہو (ص ۱۸۷)

ترجمے میں "بے وقت" کی جگہ "بغیر نیت" ہونا چاہیے۔

قیلولہ در وقتش بموافقت سنت فاضل تراست از ذکر و نماز، در آن وقت باوجود ولع بدان (ص ۱۵۰)

سنت کی موافقت میں وقت پر قیلولہ کرنا ذکر و نماز سے افضل ہے ۔ قیلولے کے وقت ذکر و نماز میں مشغول ہونا ایک طرح کی لالچ اور حرص ہے (ص ۱۸۷)

ہمارے خیال میں مصنف یہ کہنا چاہتا تھا کہ قیلولے کے وقت میں ذکر و نماز کی طرف رغبت کے باوجود قیلولہ کرنا سنت کے مطابق افضل تر ہے۔

عطیۂ خلق بصورت عطیہ است (ص ۱۵۱)

مخلوق کی بخشش صورتاً تو بخشش ہے (ص ۱۸۷)

یہ ترجمہ واضح نہیں ہے اور نفس مضمون کے سیاق و سباق کے مطابق بھی نہیں۔ ہمارے خیال میں مصنف یہ کہنا چاہتا ہے کہ انسان کی تخلیق بظاہر ایک عطیہ یا شرف ہے لیکن وہ اس تخلیق کے باعث کئی حقیقی نعمتوں سے محروم ہو گیا ہے۔

فارسی متن کے صفحہ ۱۵۱ سطر ۱۸ کا جملہ "کہ بعضی مردم در آن افتادہ اند" کا ترجمہ شامل اشاعت نہیں ہے۔

فارسی متن کے صفحہ ۱۷۷ پر سرخی "ذکر بعضی از خوارق ۔۔۔ الخ" ترجمے میں قلم انداز ہو گئی ہے۔

اگرچہ مرتبہ حضرت خواجہ ما بالاتر از انست کہ از ایشان کشف و کرامت نقل نمودہ آید (ص ۱۷۷)

اگرچہ ہمارے خواجہ کا مرتبہ آپ کے ان کشف و کرامات' سے جن کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے بہت بلند ہے (ص ۲۱۸)

ہمارے نزدیک اس عبارت کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے تھا: اگرچہ ہمارے خواجہ کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے کہ ان کے کشف و کرامات نقل کیے جائیں۔

اورا نستایند بکرامات و ندانند باحوال مقامات کرامت و حال و مقام در دست او مسخرہ بود (ص ۱۷۷)

جو لوگ ان کی کرامات کا ذکر نہیں کرتے وہ خود احوال و مقامات کی عظمت سے ناواقف ہیں ان کا مرتبہ تو یہ تھا کہ حال و مقام ان کی مٹھی میں تھے (ص ۲۱۸)

یہ ترجمہ کسی طرح بھی بمطابق اصل نہیں ہے۔ واقعہ کے سیاق و سباق کے مطابق ترجمہ یوں ہونا چاہیے: حقیقت میں خواجہ عبداللہ انصاری کا قول جو انہوں نے اکابر اولیا میں سے ایک کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا ہمارے حضرت خواجہ پر صادق آتا ہے کہ اس کی تعریف کرامات سے نہ کریں اور اسے اس کے احوال و مقامات کے حوالے سے نہ پہچانیں کیونکہ حال و مقام تو اس کے ہاتھ میں مسخر ہی ہیں۔

شخصی از عزیزان ۔۔۔ کدخدا شد (ص ۱۷۸)

ایک عزیز ۔۔۔ لیکن شادی نہیں کی تھی (ص ۲۱۹)

یہاں ترجمہ الٹ کیا گیا ہے کدخدا شدن یعنی شادی ہونا۔

ترجمہ ص ۲۵۹' احیاء العلوم کی جگہ احیاء علوم درست ہے باقی مقامات پر بھی درستی کی جائے۔

ترجمہ ص ۲۵۹' مترجم نے کتاب کے مرتب کی وضاحت کے مطابق یہ لکھا ہے کہ کلمات

الصادقین کے دستیاب خطی نسخوں کے ناقص ہونے کے باعث تاریخ کا استخراج ممکن نہیں ہے۔ اصل میں بات یہ نہیں ہے۔ فاضل مرتب کے زیر استعمال چار نسخوں میں سے صرف نسخہ "د" ناقص ہے، اس کے باوجود کلمات الصادقین کی تاریخ تصنیف کا نسخوں کے ناقص ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مصنف نے تاریخ تصنیف کے سلسلے میں بتایا ہے کہ اگر بحساب جمل از آحاد و عشرات کلمات الصادقین زبر و بینات و ازملت بینات بگیرند و عشرہ بیافزایند تاریخ شروع و اتمام بظہور می آید (ص ۴)۔ تاریخ گوئی میں زبر و بینات کے قاعدے کے مطابق مادہ "کلمات الصادقین" سے ۱۰۱۳ عدد برآمد ہوتے ہیں جو کتاب کی تصنیف کے آغاز کا زمانہ ہے اور اس پر دس عدد کے اضافے سے ۱۰۲۳ عدد بنتے ہیں جو کتاب کی تصنیف سے فراغت کا سال ہے۔

کتاب کے حواشی و تعلیقات چونکہ انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیے گئے ہیں اس لیے بعض اسما کے سلسلے میں نقل حرفی درست نہیں ہے، مثلاً:

صفحہ	حاشیہ	درست املا
۲۶۳	۲۸	تبصرۃ الناظرین
۲۶۵	۴۸	حشمت اللہ موید ستدجی
۲۶۹	۶۸	محمد پروین گنا باری
۲۶۹	۶۹	فرہنگ واژہ ہای فارسی ۔۔۔۔۔ علی امام شوشتری
۲۸۴	۱۳۶	ابی سعید میہنی ۔۔۔ حسن سادات ناصری
۲۹۱	۱۵۴	ایرج افشار
۳۲۲	۲۹۷	مفاتیح الاعجاز (حاشے کے علاوہ متن میں بھی درستی کی جائے۔)

کتاب کے پروف احتیاط سے پڑھے گئے ہیں، پھر بھی اکا دکا تسامحات باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً
ص ۷۶ سطر ۱۰ بڑھا کی جگہ بڑھ ہونا چاہیے
ص ۱۱۸ سطر ۱۹ قبر کی نام و نشان کی جگہ قبر کا نام و نشان ہونا چاہیے
ص ۱۹۰ سطر ۱۹ فتح قفل ار کی جگہ فتح قفل ارچہ ہونا چاہیے۔
ص ۲۷۶ حاشیہ ۹۵ نزہتہ الخواطر و بہجۃ النواظر صحیح ہے

ص ۲۷۶ حاشیہ ۹۷ ماوراء النہر اور شیخ اکرام اور بالترتیب درست ہے۔

مجموعی طور پر کتاب خوبصورت طریقے سے چھپی ہے۔ ان شاء اللہ اسے علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہو گی۔

***